قرآن کریم کی تلاوت اور انسان کی سعادت

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت مومن کی سعادت ہے اور ہر مسلمان ضرور سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ

تلاوت کی اصل غرض عمل ہے

اور اعتقادی قوتوں کا نشوونما اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ترجمۃ القرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے اور اس میں با محاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں اس ترجمہ و نوٹ کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجازی قوت کو ظاہر کیا جاوے

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے موجودہ اعتراضات کو مدنظر رکھکر لکھے گئے ہیں۔

عاشق قرآن کریم مولٰنا مولوی حافظ نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی

کے درس سے لئے ہوئے نوٹوں اور آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں۔ ان کو کیا آپ نے اب تک نہیں پڑھا۔ اگر

نہیں پڑھا۔ تو ضرور پڑھیں اس میں نور ہدایت اور شفا ہے

ہدیہ فی پارہ ... ... ایک روپیہ

نوٹ۔ آٹھ پارے تیار ہیں۔ آٹھوں کے اکٹھے خریدار سے مبلغ آٹھ روپے مع محصول ڈاک لئے جاویں گے

دفتر الحکم قادیان سے طلب کرو

مطبع انوار احمدیہ قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک و ایڈیٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا۔

ہیں۔ **ہیں ان کے اطوار سے ہندوؤں کے لئے دھمکی ظاہر ہے۔**

ہندو سخت گھبراہٹ اور خوف میں ہیں مذکورہ بالا افسروں نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کو معاملات کی غلط اطلاع دی ہے جنہیں سخت غلط بیانیوں سے کام لیا گیا ہے۔ یہاں ہم صاحب ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں اپنی شکایات پیش کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ مزید نئے حالات کا ہمیں کچھ علم نہیں۔ یعنی نامعلوم بٹالہ سے ہماری روانگی کے بعد کیا کیا ظہور میں آیا"

یہ اس تار کا مضمون ہے جو پرکاش میں چھپی ہے اس میں جن افسروں کی شکایت کی گئی ہے ان کا نام حذف کر دیا گیا ہے۔

ہڈیوں کی اس داستان پر معزز ناظرین خوب غور کریں۔ پنجابی کا معزز نامہ نگار جو داستان سناتا ہے اس میں وہ ظاہر کرتا ہے کہ دس بجے رات کے قریب ہندوؤں کے کنوؤں کے پاس ہڈیاں پھینکی گئیں اور اس ٹرین میں جو رات کو بٹالہ سے ۱۰ بجے چلتی ہے چند ہندو صاحبان گورداسپور روانہ ہوئے ان ہڈیوں کے پھینکنے والے مسلمان لوگ صاف الفاظ میں نہیں ظاہر کئے گئے ہیں اور نہ صرف ہڈیاں پھینکنے والے بلکہ سڑکوں پر گشت کر کے ہندوؤں کے مال و جان پر گویا حملہ کر دینا بھی۔ یہ ایک ایسا ذلیل اور خطرناک الزام ہے جو بٹالہ کی مسلمان کمیونٹی پر لگایا گیا ہے

لیکن جو لوگ بٹالہ کے ۵ جولائی کی رات کا علم رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ دس بجے کے قریب وہاں سخت آندھی آئی اور اس کے ساتھ بارش بھی تھی۔ اس تیرہ و تار رات میں باد و باران کے طوفان میں مسلمان تو بٹالہ کی سڑکوں پر کیا گشت کرتے ہونگے البتہ وہ لوگ جو اس وقت ان سڑکوں پر تماش کرنے گئے تھے ضرور پھرتے ہونگے یہ ایک سیاہ جھوٹ ہے جو پنجابی کے نامہ نگار نے ظاہر کیا ہے:

اگر سخت جھکڑ نہ آیا ہوتا اور اس کا وہی وقت ہوتا تو ممکن تھا کوئی شخص اس داستان کو ماننے کے لئے تیار ہو جاتا مگر ایسی حالت میں یہ قیاس کرنا بھی نادانی ہے۔ ہاں اس سے ایک راز کا **انکشاف** ضرور ہوتا ہے کہ گویا ہندو صاحبان کو پہلے سے علم تھا کہ آج ایسا واقعہ ہوگا اور اس لئے وہ سخت جھکڑ میں جس کے ساتھ بارش ملی ہوئی تھی بڑی سڑکوں پر مسلمانوں کو دیکھنے گئے اور اسی حالت میں انہوں نے دیکھا کہ کنوؤں **کے پاس ہڈیاں پڑی ہیں**؛ اور سب سے بڑھ کر لطف تو اس تار سے آیا جو پنجاب اور ہندوستان کے سب سے بڑے اور ذمہ وار حکام کو ہمارے ہندو بھائیوں نے دیئے۔ کیونکہ دس بجے کے قریب کنوؤں میں ہڈیاں ڈالی گئیں اور دس بجے کے قریب ہی پتہ لگ گیا اور انہوں نے کنوؤں میں غوطہ خوری کر کے ان ہڈیوں کو دیکھ لیا اور پھر دس بجے کی گاڑی میں وہ گورداسپور بھی چلے گئے۔

ہڈیوں کی یہ داستان میں یہ حصہ نہایت ہی قابل غور ہے جو لوگ بٹالہ سے گورداسپور جاتے ہیں اور وہاں سے جا کر تار دیتے ہیں بلا شبہ وہ رات کو دس بجے کی گاڑی میں جاتے ہیں کیونکہ **ہڈیاں ڈالنے** کا وقت دس بجے کے قریب کا بتایا جاتا ہے۔ ایسی حالتیں بجز اس کے کہ ہڈیوں کی داستان کسی سازش کا نتیجہ ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ چند منٹ کے اندر ہڈیاں پھینکی بھی جاویں اور معلوم بھی ہو جاوے کہ کنوئیں میں ہیں اور مسلمان بڑی سڑکوں پر گشت کر رہے ہیں اور پھر ان لوگوں کو مشورہ کرنے کے لئے بھی کافی موقع مل جاوے جیسا کہ وہ اور سر بر آوردہ لوگ اہل ہنود کے جمع ہو کر بحث مباحثہ کے بعد اس نتیجہ پر آئیں کہ گورداسپور جا کر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے ملنا چاہئے اور لاٹ صاحب اور وائسرائے صاحب کو تار دینی چاہئے۔

ہمیں افسوس ہے کہ بہت سے ہندو قانون پیشہ احباب بٹالہ اور گورداسپور کے اس معاملہ میں دلچسپی لے رہے تھے اور لے رہے ہیں اور وہ واقعات کی ترتیب سے صحیح نتائج نکالنے کے عادی ہیں مگر وہ ہمیں بتائیں کہ اگر یہ واقعہ اس حیثیت سے جو پنجابی اور پرکاش میں شائع کیا گیا آپ کے سامنے بطور ایک مقدمہ کے رکھا جاوے تو کیا آپ اسکو

محض لغو یا کسی اپنی سازش کا نتیجہ قرار نہ دینگے؟

ہم اس پر تفصیل کے ساتھ بحث کر سکتے ہیں اور ہمیں سچائی کی قوت پر یقین ہے کہ کوئی شخص اسکو توڑ نہیں سکتا۔ اگر یہ واقعہ جو پنجابی اور پرکاش میں ظاہر کیا ہے جس کا اقتباس ہم نے اوپر دیا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ ہڈیوں کی داستان اور واقعہ ایک گہری **ہندو سازش کا نتیجہ نہو؟** ورنہ ناممکن ہے کہ چند منٹ کے اندر یہ ساری باتیں طے ہو جاویں۔ پنجابی کے فاضل نامہ نگار اور اس معاملہ میں دلچسپی لینے والے ہمارے قانون داں ہندو احباب جب غور کرینگے تو

انھیں غلط بیانی پر خود افسوس ہوگا۔

اس سے بھی بڑھ کر عجیب و غریب کلید ہماری ہاتھ میں وہ تار ہے جو ان **قانون داں** اور **معاملہ فہم** ہندو بزرگوں اور بٹالہ کے ہندو لیڈروں نے بڑی بھاری ذمہ داری کو اپنے سر پر لیکر دیا ہے کسی معمولی انسان کو نہیں **کمشنر صاحب۔ لاٹ صاحب اور وائسرائے کو** اس تار میں لکھا ہے کہ **ہندوؤں کے کنوؤں میں گائے کی ہڈیاں پھینکی گئی ہیں**

ہم نہیں سمجھتے کہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۸۲ کا مطلب کیا ہے؟ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تار کے جن الفاظ کو ہم نے جلی کر دیا ہے یہ **صریح جھوٹ** اور خلاف واقعہ ہے کسی کنوئیں میں کوئی ہڈی نہیں پائی گئی اور سرکاری تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ایسی **جھوٹی** خبر دینے سے ان ہندو بزرگوں کا کیا مطلب تھا؟ وہ ظاہر ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس پر زیادہ بحث کریں مگر اس خیال سے کہ آئندہ گورنمنٹ پنجاب اور اس کے ذمہ دار حکام کو کسی شخص کو یونہی پریشان کرنے کی جرأت نہو یہ ضروری امر ہے کہ تار خبر کے مضمون کی پڑتال کیجاوے اور تار بھیجنے والوں سے اس کی صحت کا ثبوت لیا جاوے اور اگر یہ صحیح ہو تو ایسی شورش انگیز حرکت کرنے والے کو عبرتناک سزا دینی چاہئے لیکن اگر یہ مضمون تار کا جو جلی حروف میں لکھا گیا ہے **محض جھوٹ اور خلاف واقعہ ہے تو قانون کی عزت کو قائم رکھنے** کے لئے اور ایسی ناجائز حرکات کا سدباب کرنے کے لئے تار بھیجنے والوں **سے اس کا جواب ضرور طلب ہونا چاہئے**

یہ ہے ہڈیوں کی داستان کی حقیقت اور یہ اور بھی کھل جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس واقعہ کی تفتیش لالہ صاحب دیال صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح رض کی تیسری تقریر

دوسری تقریر کا تتمہ

(بعد اصلاح حضرت خلیفۃ المسیح رض شائع ہوئی)

{اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین}

انعامات الٰہیہ کل میں نے یہی آیت پڑھی تھی مگر انہوں نے ایسا وقت رکھا کہ بولا جانا مشکل معلوم ہوا۔
اللہ تعالیٰ عدم سے ہم کو نکال کے لاتا ہے اور وجود بخشتا ہے یہ بھی ہر کام۔ خاص ہے ہم پر جو انعامات الٰہیہ ہیں ان کی کوئی حد نہیں ایک آیۃ پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ فرماتا ہے ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو۔ تو ہرگز ان کی شمار و حد بست پر قادر نہیں ہو سکتے۔ پھر یہ کس قدر اس کے فضل کی بات ہے کہ تمہاری تمام فطرتی خواہشوں کے سامان اس نے عطا فرمائے ہیں واتٰکم من کل ما سألتموہ۔ جو کچھ تمہاری حالت نے مانگا اس نے عطا کیا خدا تعالیٰ کے انعامات بے حد ایک طرف۔ انسان کی فطرتی ضرورتوں کا پورا ہونا دوسری طرف پھر میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے ھو القاھر فوق عبادہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر حکمران ہے۔ اس آیت پر تدبر کرتے ہوئے ایک مرتبہ میں حیران ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ تو تمام کائنات کے ذرہ ذرہ پر حکمران ہے۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ فرشتوں۔ سورج۔ چاند تمام فلکیات پر حکمران ہے۔ یہ کیا فرمایا خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر حکمران ہے

قرآن کریم کا طریق استدلال میں اس آیت پر بہت سوچتا رہا آخر میں اس طرف متوجہ کیا گیا کہ قرآن کریم کا طرز استدلال کیا ہے؟ یورپ امریکہ۔ ہندوستان اور جاپان کے منطقی ہمیشہ استدلال بالمثل کرتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ سلیم نے فلاں جگہ یوں کام کیا ہے۔ اس لئے یہاں اصطلاح پر ہو گا کیونکہ اسی قسم کے سامان موجود ہیں یعنی استدلال بالمثل میں بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں اور صحیح نتائج پیدا نہیں ہوتے۔ قرآن کریم اپنے استدلال کے طریق میں استدلال بالاولیٰ سے کام لیتا ہے۔ مثلاً ایک شمع کے متعلق اگر فرض کریں کہ دو بالشت سے ایسی روشنی دیتی ہے کہ انسان آسانی سے اس میں پڑھ سکتا ہے پھر اگر اسی حیثیت کی سو شمع اس جگہ جمع کریں تو اس کی روشنی بدرجہ اولیٰ اتنی ہوگی کہ انسان آسانی سے پڑھ سکے یہ استدلال یقینی ہوتا ہے اور قرآن مجید اسی سے کام لیتا ہے۔ میں قرآن مجید سے اس کی ایک دو مثالیں دیتا ہوں تاکہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤ۔

ایک جگہ فرمایا کہ ماں باپ کی ایسی عزت کرو کہ ان کو اُف تک نہ کہو جب اُف کی اجازت نہیں تو مارنے کی کس طرح ہو سکتی ہے؟ یہ استدلال بالاولیٰ ہے۔

پھر ایک جگہ ایک قوم نے اپنے ہادی سے کہا کہ ہمیں بھی ایسے ٹھاکر بنا دو جیسے دوسری قوموں کے ہیں تاکہ ہم بھی ان بتوں کی پوجا کریں۔ ان کے اس لغو خیال کی تردید یوں فرمائی ابغیکم الٰھاً وھو فضلکم علی العلمین یعنی یہ بت جن چیزوں سے بنے ہیں۔ وہ تو تمہاری خادم ہیں یا وہ چیزیں جن کی پرستش کرتے ہیں تمہاری خادم ہیں جیسے آگ، پتھر، مٹی، سورج۔ چاند وغیرہ یہ سب تمہارے خادم ہیں۔ پھر خادم تو مخدوم نہیں ہو سکتے معبود کیونکر ہوں گے؟ اس طرح پر بت پرستی کی تردید کی۔

اس طریق استدلال بالاولیٰ کے رنگ میں یہاں ھو القاھر فوق عبادہ میں نکتہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان تمام دنیا کی چیزوں پر حکمرانی کرتا ہے میں نے دیکھا ہے کہ ہاتھی کو انگوٹھے سے چلاتا ہے۔ اونٹ کو ایک نکیل سے اور گھوڑے کو لگام سے۔ بیل کے ناک میں رسی ڈال کر اس سے کام لیتا ہے۔ پہاڑوں کو کاٹ لیتا ہے۔ سمندروں پر جہازوں کے ذریعہ حکمرانی کرتا ہے عناصر کی کوئی چیز نہیں جو اس کے قبضہ و اقتدار میں نہ ہو۔ انسان کی اتنی بڑی طاقت بتا کر کہا کہ ہم ایسے غالب حکمران ہیں کہ عناصر پر حکومت کرنے والے انسان پر بھی ہماری ہی حکومت ہے۔

انسان کی بلند پروازیاں انسان کو ایسا عجیب مخلوقات پیدا کیا ہے کہ پرندوں جنگلی درندوں پر حکومت کرتا ہے کبوتر ہوا میں چلے جاتے ہیں میں نے ایسے کبوتر دیکھے ہیں جو ۲۴ گھنٹہ تک ہوا میں اڑتے رہتے ہیں۔ مگر انسان کے حکم کے نیچے وہ اڑتے ہیں۔ شیر کیسا خطرناک جانور ہے۔ چیتے کا حملہ نہایت چستی سے ہوتا ہے مگر انسان شیر سے شکار کراتا ہے پھر وہ مالک کے حکم کے انتظار میں رہتا ہے اگر کہدے چھوڑ دو تو چھوڑ کے چلا جاتا ہے اور اگر کہا جاوے کہ اس کو پکڑے رکھو تو پکڑ رہتا ہے۔ باز کیسا ہوا میں اڑتا ہے انسان کے قابو سے نکل جاتا ہے باوجود اس آزادی کے شکار پکڑتے پکڑتے اگر اس کو کہدیا جاوے کہ واپس آ جاؤ تو چھوڑ کر آ جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑی طاقت دی ہے کہ وہ کائنات پر حکومت کرتا ہے۔

پھر جب سے انسانی نسل جاری ہوئی ہے حفظ صحت اور حفظ بقا کے لئے اس نے کیا کیا تجویزیں کی ہوں گی۔ بادشاہوں نے اپنے رنگ میں انبیاء و اولیاء نے اپنی دعاؤں کے رنگ میں اس کی بقا کا انتظام سوچا مگر قاہر علی العباد کی زبردست حکومت کا کتنا بڑا اثر ہے کہ

موت کا ہاتھ سب پر چلتا ہے۔

بعض لوگوں نے اپنی غلط فہمی سے مسیح کو موت سے مستثنیٰ کیا تھا مگر مرزا کی جماعت نے اس پر بھی حملہ کر دیا اور ایسا حملہ کیا کہ اب مسیح کی حیات کا ماننا ایک نادانی کا کام رہ گیا ہے

غرض انسان بڑی طاقت اور قدرت کا نام ہے اس نے تمام دنیا پر حکومت کی ہے اور کائنات کی کسی چیز کو بے تراش خراش نہیں چھوڑا۔ تمہارے اس شہر میں ایک شخص نے کسی سے کوہ نور ہیرا لیا تھا۔ مگر جب اسے کام میں لانے لگے تو اس پر تراش خراش کا عمل جاری ہوا۔ یہ جو مبارک حویلی ہے یہاں ہی اس کا سودا ہوا تھا بکنا کیا تھا اس کی قیمت پوچھی تھی تو جواب میں جوتی کھوسہ ہی بتایا گیا۔

غرض تمام اشیاء پر انسان کی حکومت ہے اور جناب الٰہی کی اس پر بھی حکومت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر بڑے بڑے انعامات کئے ہیں۔ یہ کیا کم انعام ہے کہ اس کو ایسی قوت دی کہ تمام چیزوں پر حکمرانی کرتا ہے میں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ سورج کو کمر توڑ دوا تیھر سے حالانکہ اس کو دیکھا نہیں کام لیتا ہے

اتھر کی لچک سے بڑے بڑے کام نکالتا ہے۔ بڑی بڑی انتوں کے علاج سوچتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انعمت علیہم کی ایک جماعت ہے۔

ایک بیمار تندرستی کے انعام کو چاہتا ہے۔ مقدمہ باز مقدمہ جیتنے کا۔ مفلس مفلسی کے دور ہونے اور آسودگی محب حصول محبوب کے لئے کوشش کرتا ہے۔ غرض ہر شخص مختلف انعام چاہتا ہے اور انعام اس قسم کی چیز ہے کہ انسان اس کو گن نہیں سکتا۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ انسان پر بڑے بڑے انعام کئے ہیں۔ اس دعا کا سلسلہ اس واسطے بڑا وسیع ہے۔ مفلس آرام و دولت چاہتا ہے۔ پردیس والا چاہتا ہے کہ ایسی تقریب پیدا ہو کہ واپس آجاؤں تاجر بڑا منافع چاہتا ہے۔ زمیندار چاہتا ہے۔ زمین آباد ہوجائے غرض انعمت کے نیچے سارا جہان چلتا ہے کسی کی اولاد ہے ہزاروں منتیں کھڑی ہیں لڑکا نیک ہو۔ بدکار نہ ہو۔ ایسی جگہ شادی ہو کہ لڑکی نیک اور تندرست ہو پھر اس کی اولاد نیک ہو۔ بڑھاپے میں آرام پاؤں کس قدر مطالب ایک ایک چیز سے وابستہ ہیں پھر خود انسان کی اپنی حالت پر غور کریں تو کسقدر اعضا بدن میں ہیں ہر ایک عضو نشوونما کا محتاج۔ پٹھوں کی کثرت کی انتہا نہیں یہ سب کی صحت چاہتا ہے۔ ایک انعام۔ انبیاء۔ صدیق۔ شہدا اور صالحین پر ہوتا ہے اس کا بھی محتاج ہے پھر کبھی یہ ہوتا ہے کہ بڑے بڑے انعامات کے سلسلہ میں کوئی مصیبت آجاتی ہے۔ مثلاً لڑکا باقبال ہو۔ آسودہ اور معزز ہو۔ وہ کسی بیماری یا مقدمہ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ تب ساری خوشی غم سے مبدل ہوجاتی ہے۔ سارا گھر اسی سے وابستہ ہے اس لئے سب حیران۔ غرض انسان انعامات کا محتاج ہے بڑے بڑے متکبر جنہوں نے خدا تعالیٰ کی ہستی نہیں مانی گھبرا کر وہ بھی انعام ہی چاہتے ہیں لیکن جیسا کہ ابھی اوپر کہا ہے کہ بعض وقت انعامات میں ایک تکلیف پیدا ہوجاتی ہے۔ اس دعا کی تکمیل اس طرح پر فرمائی کہ

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

مغضوب و ضال

ہم منعم علیہ تو ہوجاویں۔ مگر انعام پاکر مغضوب اور ضال نہ بن جاویں۔ مغضوب اور ضال کس کو کہتے ہیں؟ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ سچائی کو خوب جانتے ہیں۔ بہرحال لوگوں سے پوچھو تو وہ کہتے ہیں کہ ساری سچائیوں کا علم انسان کے اندر ہی ہے۔ قانون اور شریعت۔ پھر تجربہ اور عبرت بتاتی ہے ایک کو کسی فعل سے تکلیف ہوئی تو دوسرا سمجھتا ہے کہ ایسا فعل ہم نہ کریں۔ انسان کا خاصہ ہے کہ کبھی انعام سے غضب کے نیچے آجاتے ہیں پہلے مسلمانوں کو دیکھو کیسے فاتح اور معزز و مکرم تھے لوگ ان پر رشک کرتے تھے ان پر بڑے بڑے انعامات تھے جدھر توجہ کرتے تھے ایک مہینے کی دور راہ پر لوگ کانپ اٹھتے تھے آج ان کی جو حالت ہو رہی ہے وہ ظاہر ہے ہر جگہ ذلیل ہو رہے ہیں۔ غرض مغضوب علیہم وہ ہوتے ہیں جن کو علم ہوتا ہے مگر اس علم پر عمل نہیں ہوتا بےجا غضب اور عداوت کا شوق ہوتا ہے امرتسر میں ایک شخص میرا بڑا ہی معتقد تھا دس بجے تک میں باہر رہا اور وہ میرے ساتھ رہا۔ جب ہم واپس لوٹے تو کہنے لگا کہ آپ کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے ہے۔ آپ سنت کے متبع نہیں۔ میں نے کہا کہ ہزاروں صداقتیں میں نے تمہارے سامنے پیش کی ہیں۔ انہوں نے تمہیں کچھ فائدہ نہیں دیا۔ بولا میں تو یہی دیکھتا رہا مجھے خبر ہی نہیں آپ نے کیا بیان کیا میں اسی میں لگا رہا کہ آپ بدعت کرتے ہیں کیونکہ پاجامہ ٹخنے سے نیچے پڑا ہوا تھا۔ اس قسم کا بغض بےجا ہوتا ہے جو انسان کو مغضوب بنا دیتا ہے یہ بغض بےجا یا تو بدفطرت و بدصحبت کے سبب سے پیدا ہوجاتا ہے یا انسان ایسی کتابیں پڑھتا ہے ان سے متنفر ہو جاتا ہے یا اور محرکات بد ہوتے ہیں۔ میرا پاجامہ اب بھی نیچے گرا ہوا ہے میں تہمد بھی کرتا ہوں شاید تم اس کو سویلزیشن کے خلاف کہو۔ کہ میں اب تمہارے سامنے اس کو درست کرتا ہوں (ایڈیٹر۔ کیا ہوا صدیق کا تہمد بھی گرا رہتا تھا۔ کچھ ایسی ہی مماثلت معلوم ہوتی ہے) پس بےجا عداوت یا علم ہو اور اس پر عمل نہ ہو۔ مغضوب لوگوں کا خاصہ ہے۔

بحث کفر

تم میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے آپ کو مرزا صاحب کی جماعت میں داخل سمجھتے ہیں اب غور کرو۔ مولوی تو ہم پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور عوام بھی ان کی پیروی سے ہمیں کافر کہتے ہیں۔ ہم ان کا پتھر جب ان کو واپس دیتے ہیں تو پھر بھی ہم پر ہی اعتراض کرتے ہیں کہ تم ہم کو کافر کہتے ہو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ جو نعمت تم نے ہمیں دی تھی ہم تو وہی واپس کرتے ہیں اگر ہمیں کافر کہنے کے لئے تو بڑی جرأت کرتے ہیں اور ہمارے اس پتھر کو واپس کرنے پر چلاتے ہیں۔ حالانکہ میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے کہ وہ اسماء حسنےٰ کا مستجمع اور نقائص سے منزہ ہے وہ واحد حقیقی ہے اور میں اسے ایسا ہی یقین کرتا ہوں۔

اپنے عقائد

میں اس کے اسماء۔ افعال۔ صفات میں کسی کو شریک نہیں مانتا اور اس کی تعظیم میں خواہ وہ عادتاً یا عبادتاً شریک نہیں مانتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور خاتم کمالات انسانی مانتا ہوں اور قرآن مجید کو خاتم الکتب۔ ایسا ہی جزا و سزا کو حق اور جنت و نار کو حق۔ ملائکہ اور کتب الٰہی پر ایمان رکھتا ہوں باوجود اس کے بھی جو ہمیں کہتا ہے کہ تم بڑے بے ایمان ہو تو ہم اسے اتنا ہی کہیں گے کہ

تم ہمارے دل کے ذمہ وار نہیں

ہم کو تمہارا خوف اور طمع کیا ہے میں اپنی جان میں دل سے شہادت دیتا ہوں کہ اپنی آنکھ سے فرشتوں کو دیکھا ہے اس لئے میں انکار نہیں کر سکتا۔ تم اس بات کو سن کر خواہ ہنس دو مگر میں تو اپنی آنکھ سے انہیں دیکھ چکا ہوں اور ان کی محبت و احسان کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے کانوں سے انہیں یہ کہتے سنا ہے نحن اولیاؤکم فی الحیوٰۃ الدنیا۔

تم کہتے ہو۔ مر کر پتہ لگے گا میں کہتا ہوں کہ ہم نے تو اسی دنیا میں دیکھا ہے۔ ان کی پاک محبت۔ پاک تحریکوں اور احسان کو دیکھا ہے میں ان کی قدر کرتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں۔ جو کہتے ہیں کہ ملائکہ صرف قوتیں ہوتی ہیں۔ میں ان کی اس بات کو کیونکر تسلیم کرلوں جبکہ میں نے اپنی آنکھ سے انہیں دیکھا ہے۔ قوتیں کہنے والے خود جانیں۔

پھر میں اللہ کے انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک کو محبوب سمجھتا ہوں۔ ان میں جامع کمالات انسانیہ۔ مکانیہ۔ زمانیہ اور جامع کمالات نبوت خاتم الرسل اور خاتم الانبیاء بلکہ خاتم کمالات انسانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہمارے بادشاہ مرزا صاحب کو جو کچھ ملا ہے۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی کامل اتباع اور کامل محبت سے ملا ہے اور یہی ختم نبوت کا راز ہے کہ آئندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

نبوت میں گم اور فنا ہونے کے بغیر کوئی نبوت نہیں مل سکتی۔ اُس کی فضل کی کوئی بھی راہ نہیں ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور راہ کے خلاف مل سکے۔ حضرت مرزا صاحب اسی امر کا ایک نشان اور ثبوت تھے اُنہوں نے خود ظاہر کیا کہ جو کچھ انہیں ملا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل محبت اور آپ پر درود شریف پڑھنے سے ملا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قبل اس کے کہ وہ دعویٰ کرتا اس کا نام ہی غلام احمد رکھا (علیہ الصلوۃ والسلام) آپ کو اس نام سے ایسی محبت تھی کہ آپ نے احمد کے سوا کسی اور نام سے بیعت نہیں لی۔ اس واسطے مرزا صاحب کی نبوۃ نبوۃ محمدی سے الگ کوئی مستقل چیز نہیں۔ بلکہ نبوۃ محمدیہ کا ایک پھل اور نتیجہ ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاری میں اس کا نام نبی اللہ رکھا۔

پھر جزا و سزا کو بھی ہم مانتے ہیں۔ نمازیں اسی طرح فرض جانتے ہیں جس طرح مسلمانوں میں پیشتر سے فرض ہیں اسی طرح زکوٰۃ۔ حج اور رمضان کے روزہ کو اسی طرح فرض جانتے ہیں جس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھ کر دکھائے باوجود ان باتوں کے جو ہمیں کافر کہتے ہیں۔ ہم یہ اُن کی نعمت کفران کو ہی واپس کرتے ہیں تم ہی رکھو یہ ہمارے کام کی چیز نہیں۔ ہم اس امر میں ابتدا نہیں کرتے۔ اگر مرزا صاحب کو خدا کا مامور و مرسل ماننے سے تم ہم کو کافر بنلاتے ہو تو تم خود سوچ لو کہ ایک مامور مرسل کے انکار سے تم کیا بن سکتے ہو

کفر تو نہ ماننے کا نام ہے ماننے والے تو مومن ہی کہلاتے ہیں غرض انعمت کے مقابل میں جب انسان بے جا عداوت کرتا ہے اور علم کے بعد عمل نہیں کرتا۔ تو مغضوب ہو جاتا ہے۔ پس میں تمہیں جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے۔ کہتا ہوں کہ مرزا انعمت علیہم کا مصداق ہے تم اس سے بے جا عداوت کر کے

مغضوب نہ بنو

اس نعمت کی قدر کرو۔ پہلے انکار کرنے والوں نے کیا پھل پایا جو تم امید کرتے ہو۔ اور تم جو مرزا صاحب کو مان کر مخالف مولویوں کے مُنہ سے اور اُن کے اتباع سے عام لوگوں سے کفر کا فتویٰ بھی سُنتے ہو اور پھر اس نعمت اور سچائی کی اطلاع رکھ کر علم کے موافق عمل نہیں کرتے ہو۔ تو اندیشہ ہے کہ تم بھی مغضوب نہ بن جاؤ۔ پس نہ ماننے والے خدا تعالیٰ کے اس مامور کے انکار سے مغضوب ہو جائیں گے اور ماننے والے اگر عمل نہ کریں گے تو وہ بھی خطرہ سے خالی نہیں۔ اس لئے ڈرنے کا مقام ہے۔

مجھے تعجب ہے کہ تمہارے اس شہر میں کل مذاہب کے لوگ ہیں دہریہ گورو بھگوان کی باضابطہ ایک جماعت ہے ان کی کتابیں اور رسالے شائع ہوتے ہیں۔ ایک اخبار جاری ہے۔ آریہ سناتن۔ سکھ۔ برہمو۔ شاکت سب موجود ہیں۔ یہ شاکت لوگ ایک وقت گائے کا گوشت بھی کھا سکتے ہیں۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ انہیں شاکت لوگوں میں ایک شخص نے دو سو آدمی کا کھانا پکایا۔ آدمی زیادہ تھے۔ گرو سے جب کہا گیا تو اس نے کہا کہ کچھ ہرج نہیں میں نے سمجھا کہ کوئی کرامت ہوگی کھانا بڑھ جاویگا۔ جب اندھیرا ہو گیا اور لوگ آنے لگے میں تو حیران ہو گیا۔ جب معلوم ہوا کہ موچی دروازے کے نان بائیوں سے کھانا لے آئے ہیں۔ میں تو مرید تھا۔ اس لئے سمجھا کہ شاید منتر سے شُدھ کر لیا ہوگا پھر عیسائی موجود ہیں۔ یہودی جن کا گندے سے گندہ نمونہ اسی شہر میں ہے۔ آزاد الخیال لوگ بھی ہیں جو ہم کو دقیانوسی کہتے ہیں۔ بی اے پڑھ کر یہی کہتے ہیں کہ اولڈ فیشن اور اس کا مطلب وہ یہ لیتے ہیں کہ انگریزی پڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ ان کے اعمال دیکھو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ دُنیا کی حرص کتنی ہے اور اپنے اغراض کو دین کے مقابلہ میں کتنا مقدم کرتے ہیں۔ ان سب کو اتنا بُرا نہیں سمجھتے جسقدر ہمیں۔ مگر ہم اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک صادق کو مانا ہے۔

لیکن تم جو مانتے ہو۔ اپنے آپ کو دیکھو اگر تم بھی انہیں باتوں میں مبتلا ہو جن میں یہ لوگ ہیں۔ تو پھر تم میں اور اُن میں کیا فرق ہے مولویوں نے تم پر کفر کے فتوے دیئے اور تم اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے الگ بھی ہوئے۔ مگر تم نے کوئی پاک تبدیلی نہ کی تو کیا فائدہ؟

جماعت کو نصیحت

میں دیکھتا ہوں چھوٹی سی جماعت ہے پھر آپس ہی میں مقابلہ ہوتے ہیں۔ اور مباحثہ ہوتے ہیں۔ یہ احمق اتنا نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں مامور نہیں کیا کہ مباحثہ کرو میرے پاس بڑے بڑے جوشیلے خط آتے ہیں کہ فلاں نے یوں کیا اور فلاں نے وہ یوں کیا میں لکھ دیتا ہوں تم کب ٹھیکہ دار ہو تم خود نمونہ بنو۔ میں نے سیاہ کار لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ دوسروں پر اعتراض کر دیتے ہیں اور اپنے کسی معاملہ پر ریویو نہیں کرتے اس لئے میں تم کو محبت سے اور پھر درد دل سے کہتا ہوں کہ اللہ کے راضی کرنے میں کوشش کرو۔

تمہیں وقت ہی کب مل سکتا ہے کہ دوسروں سے جھگڑتے رہیں۔ حلال کی کمائی کرو۔ خود کھاؤ اور کھلاؤ۔ والدین اور بچوں کی خدمت سے فارغ ہو کر اللہ کی کتاب پڑھو اور عمل درآمد کرو۔ نیکے کاموں کے لئے پھر تمہیں وقت کب مل سکتا ہے۔

میں حیران ہوں کہ میں اس قدر آسودگی رکھتا ہوں کہ تمہارے خیال میں بھی نہیں آ سکتی۔ باوجود اس کے ۱۶-۱۷-۱۸ گھنٹہ روزانہ کام کرتا ہوں۔ پھر بعض ایسے نکمے ہیں کہ وہ اپنے کاموں میں ایسا طرز عمل اختیار کرتے ہیں کہ گویا دہریہ ہیں میں نے بہت سے جیل خانے اس غرض سے دیکھے ہیں کہ غیر قوموں کی تعداد زیادہ ہے یا اپنی قوم کی۔ تو مسلمانوں کی تعداد زیادہ پائی۔ اپنی قوم اس لئے کہا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں۔ پھر ہماری قوم میں کیوں داخل نہیں (ایڈیٹر۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس شعر کی تشریح ہے۔ اے دل تو نیز خاطر اینان نگہدار کاخر کنند دعویٰ حب پیمبرم)

غرض مغضوب کون ہوتے ہیں جو بے جا عداوت کریں یا علم رکھ عمل نہ کریں۔

اب تم خود سوچ لو کہ کیا تمہیں خدا تعالیٰ کے کسی مامور و مرسل سے محبت ہے یا بے جا عداوت اور اس کے بعد اپنے لئے آپ فیصلہ کر لو۔ ہم کسی کلمہ گو کو کافر کہنے کی ابتدا اور جرأت نہیں کرتے مگر تم آپ اپنے حال پر نظر کرو اور دیکھو کہ مامور کے انکار سے تم کیا بن گئے ہو؟

اور اگر تم نے کسی مامور کا انکار نہیں کیا بلکہ مرزا صاحب کو مان کر اس کی جماعت میں داخل ہو تو پھر دیکھو کہ تمہارے گھر کے جو لوگ عاقل بالغ ہیں کیا ان کا عمل درآمد انہیں ہدایتوں پر ہے جو مرزا صاحب نے دی ہیں۔ مرزا صاحب نے جو اسی طرح کے رسالے

لکھے ہیں تم نے عمل درآمد کر کے دکھادیا۔

کیا تمہارے اشغال اُن لوگوں کے سے تو نہیں۔ جو سلسلہ میں داخل نہیں؟

کیا تمہارے حسد وکینہ اور بغض اسی قسم کے تو نہیں میں تو جب رات کو سوتا ہوں تو کسی کا بغض اور کینہ لیکر نہیں سوتا۔ دُنیا سے بالکل الگ ہوکر سوتا ہوں۔ اس وقت بی بی۔ اولاد یار و بیگانہ کسی کی کوئی فہرست نہیں ہوتی بعض وقت بی بی کہتی ہے کیا کرتے ہو۔ تم تو کسی آدمی سے ملنا ہی نہیں چاہتے۔ میں کہدیتا ہوں کہ پھر جئیں گے تو ملاقات کرلیں گے۔ اب تو مرنے کو ہیں۔

تم اس طرح کا حال بناؤ اور حضرت صاحب کی کتابوں کے ماتحت اپنا چال چلن بناؤ۔ جب تم ایسے ہوجاؤ گے تو تمہارے سارے کاموں کا ذمہ وار اللہ تعالیٰ ہوگا۔

پس اب تم سمجھ گئے کہ مغضوب کس کو کہتے ہیں۔ بیجا عداوت اور سچائی کا علم ہو اور عمل نہ ہو۔ یہ دونوں باتیں مغضوب بنا دیتی ہیں۔

آجکل عام مسلمانوں کی حالت دیکھی نہیں جاتی مگر اُن کی یہ حالت اپنی کرتوت کا نتیجہ ہے بما کسبت ایدیکم مسلمانوں کی کیسی گت بن رہی ہے سارا جہان کبیرہ روم میں پھرتا ہے مگر رومیوں کے ایک سپاہی کو بھی اجازت نہیں ابھی ایک نے جانا تھا لوگوں نے اس کے پیچھے پولیس لگادی کچھ پولیس واقف نہیں ہوتی اس لئے اس نے ایک جگہ اگر فرانسیسی لباس پہن لیا اور نوکر کو ترکی لباس پہنا دیا جب ہوٹل میں آئے تو اسے فرانسیسی سمجھ کر چھوڑ دیا اور نوکر کو پکڑ لیے گئے۔

خود تمہیں معلوم ہے کہ حسین کامی کے اشتہار میں حضرت صاحب نے لکھا تھا کہ حرمین ان کی حفاظت کرتے ہیں یہ حرمین کے محافظ کیا ہوں گے۔ جب تک اسلام کے نام لیوا رہے کچھ بنا ہوا تھا۔ مگر جب دستوری حکومت ہوئی اور اُنہوں نے کہا کہ اسلامی حکومت نام نہیں رکھتے تاکہ یورپ شور شر نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا کا نظارہ دکھا دیا اور یورپ نے دبوچ لیا۔ اب جتے کہا کر عربی تعلیم کو جاری کیا۔

اب امید ہے کہ تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ مغضوب کون ہوتا ہے؟ عداوت کے لئے یوں تو انسان کوئی وجہ تراش لیتا۔ مگر وہ جھوٹی ہی ہوتی ہے اس لئے بیجا عداوت سے بچو اور علم پر عمل کرو۔

ضال کون ہوتے ہیں؟

ضال کون ہوتے ہیں؟ جو علوم الٰہیہ سے بالکل بے خبر ہوں۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ وہ علوم الٰہیہ کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ میں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ نماز کے وقت اُس نے اپنے کورس کی کتاب کھول کر سامنے رکھ لی۔ نماز تو اس نے پڑھنی تھی کیونکہ مجبور تھا مگر میں نے دیکھا کہ وہ رکوع سجود میں کتاب ہی پڑھتا رہا۔ میں نے کہا کہ کیا آج ہی ڈپٹی کمشنر بننا تھا کہا کہ کچھ تو بنونگا ہی اسی واسطے محنت کرتا ہوں۔ میں تمہیں کیا سناؤں آخر وہ محکمہ ویٹرنری میں کمپونڈر ہوا مجھے ایک مرتبہ مل گیا تو میں نے پوچھا کہ کیا وہ بات یاد ہے کہنے لگا ہاں خوب یاد ہے پھر میں نے کہا وہ بنی تو نہیں اس نے کہا کہ جو روپیہ جمع کرتا ہوں جب سو کے قریب ہوجاتا ہے تو کوئی افسر آجاتا ہے اور وہ لے جاتا ہے وہ افسر ہوتا ہے میں اس سے ہنگ نہیں سکتا جب اس کی تبدیلی ہوتی ہے تو کسی کی چارپائی اور کسی کی کوٹھی اور ایسی ہی چیز مل جاتی ہے۔ اور میں ویسا ہی رہ جاتا ہوں میں نے کہا تم روپیہ دینا چھوڑ دو کہنے لگا شرم آجاتی ہے۔ میں نے کہا شرم نہیں اس کا سزا اور ہے تم جو دولت کے پیچھے ایسے پڑے کہ نماز چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ جب تک ہم نہ دیں کچھ نہ ہوگا۔

پس علوم الٰہیہ سے بے خبری ضال کا نشان ہے بعض ہم کو بھی پھر احمق سمجھتے ہیں جب انہیں ایسی نصیحت کرتے ہیں ہمارے گول کمرے میں ایک مرتبہ کچھ انگریزی خوان جمع تھے اور میری چارپائی تھی رات کو بڑی دیر تک ٹریں مارتے رہے میں نے تھک کر آخر وہاں سے چارپائی اٹھوالی۔

جب رات کو اتنی دیر تک جاگتے رہیں۔ تو فجر کی نماز کے لئے پھر کس نے اٹھنا ہے اس واسطے صبح کو اٹھنے کی بیعادہ ۸-۹-۱۰ بجے رکھی ہے ایسی عادتوں کو چھوڑ دو۔

پس ایسے لوگوں کو سچے علوم سے کب بہرہ مل سکتا ہے اور جکل ایک اور مصیبت ہے کچھ تو لوگوں کو علوم الٰہیہ کی طرف جہ نہیں اور کچھ جو پڑھے لکھے ہیں۔ ان کی سیہ کاریوں کو دیکھ کہتے ہیں کہ یہ علم کا نتیجہ ہے ان کی سیہ کاریاں انہیں علم منتفع نہیں ہونے دیتیں۔ اس لئے وہ دلیل پیدا کرلیتے ہیں کہ ان علوم کا پڑھنا ہی بیفائدہ ہے۔

میں نے ایک آدمی کو کہا تم کو اللہ تعالیٰ نے بہت چھٹی دی ہے تم قرآن پڑھو تو اس نے کہا کہ میری شان کے موافق مجھے کوئی حمائل دو۔ میرا مولیٰ تو مجھے ہر قسم کے انعامات کو نوازتا ہے۔ اس نے مجھے ایک نہایت عمدہ حمائل بھیجی جو میں نے اس کو دی۔

یہ واقعہ میں نے اس لئے بتایا ہے کہ لوگ دنیا کے لئے ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کو طیار رہتے ہیں مگر قرآن مجید کے لئے باوجود مقدرت کے بھی مضائقہ کرتے ہیں اسیطرح کالجوں کے طالبعلم بعض وقت لکھدیتے ہیں کہ ہمنے امتحان میں عربی لی ہے کتابیں بھیجدو۔ انگریزی کی کتابیں تو بے انت لینے کو طیار ہیں مگر عربی کی کتابیں مانگتے ہیں ہمنے ایسے طالب علم ایم اے کے دیکھے ہیں +

ان حالات سے تم اندازہ کرسکتے ہو کہ الٰہی علوم کی طرف کس قدر غفلت ہے اس کے علاوہ بہت سے لوگ بیجا محبت میں گرفتار ہوگئے ہیں۔ انکو اس لئے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں

پس

تم سورۃ فاتحہ کو پڑھو اور دیکھو کہ انعمت کی راہ پر چلتے ہو یا مغضوب اور ضال کی راہ پر۔ اس کے لئے تم دعا سے کام لو تاکہ تمہیں انعمت علیہم کی راہ کا علم ہو۔ پھر اس علم کے مطابق عمل ہو تاکہ تم مغضوب نہ ہوجاؤ کسی مامور سے بیجا عداوت نکرو اس سے بھی مغضوب ہوجاؤ گے۔ یہ بڑی ضرورت ہے کہ تم علوم الٰہیہ سے بیعلم نہ ہو۔ کسی سے بیجا محبت نہ کرو۔

اس سے پہلے چالیس مرتبہ اقرار کیا ہے۔ فرض اور سنت نفل ملاکر چالیس رکعت نماز میں۔ سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس دعا میں اقرار کیا ہے کہ ایاک نعبد صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ایاک نستعین تیری ہی مدد چاہتے ہیں۔ اس معاہدہ کو دیکھو اور آنحضرت کے عملدرآمد کو دیکھو ہاتھ باندھ کر اور قبلہ رخ ہو کر معاہدہ کیا ہے کہ قبلہ کی طرف سے جو آواز آتی ہے اس کے فرمانبردار ہیں ؂

اوّل تو بدون علم کے یہ چیز نہیں آسکتی۔ لوگ آجکل کے فلسفہ کو مشہدات پر رکھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ہماری تعلیم تو یہی ہے آمنوا وعملوا الصالحات۔

پھر اعمال کی ضرورت ہے دیکھو تمہارے معاملات کیسے ہیں؟ دو بیویاں ہیں تو عدل کیا کرتے ہو۔ لین دین ہے تو کیا لینے میں دینے کا خیال رہتا ہے۔

ملازمت ہے تو کیسی چستی سے کرتے ہیں۔ حرفہ والا دیکھے کہ جھوٹ نہیں کرتے۔

یہ سب باتیں نیک صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہیں اور دعا سے حاصل ہوتی ہیں خود کرو نہیں تو کسی سے کراؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نیک اعمال کی توفیق دے آمین

"آخری بات"

میں لاہور میں داخل ہوا تو اس مسجد کو دیکھ کر بڑی ہی خوشی ہوئی اس کا اظہار میں الفاظ میں نہیں کر سکتا۔ آج میں یہاں سے جانے والا ہوں اگر ارادہ الٰہی ہوا۔ میرا جی چاہتا ہے۔ جیسے آتے ہی خوشی ہوئی ہے اب جو میں جانے والا ہوں کچھ بڑھاپا ہے اور مجھ ایک عجیب زخم ہے۔ کچھ بیمار رہتا ہوں مگر دل کی خواہش ہے کہ جاتے ہوئے بھی تم سے بہت خوش ہو کر جاؤں۔ اس کا ایک ذریعہ ہے مجھے روپیہ کی ضرورت نہیں نہ آج نہ اس سے پہلے اور نہ آئندہ۔ مجھے اپنے مولیٰ پر بھروسہ ہے مجھے اپنی ذات کے لئے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا اور رحم کیا ہے۔ مجھ پر اتنی نعمتیں نازل کیں کہ سچ مچ لاتعداد کا مصداق ہیں۔ بہت ہی فضل میرے ساتھ ہوئے۔

ایک وقت مجھے کسی نے کہا کہ کوئی ایک دعا کرو منظور ہوگی میں نے اس وقت کہا کہ عمر چھوٹی ہے دشمن نہیں۔ دوست نہیں۔ بیوی بچہ نہیں کیا دعا ہوگی۔ مگر اس نے کہا کہ جھٹ پٹ کوئی دعا کر لو۔ تب میں نے کہا کہ یہ دعا کرتا ہوں۔ کہ

ضرورت کے وقت میری دعائیں قبول ہو جاویں

پس میں مخلوق سے خدا کے فضل سے بے پرواہ ہوں۔ تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔ آتے ہوئے تو مسجد کو دیکھ کر خوش ہوا اور جاتے ہوئے یہ آواز میرے کان میں آوے کہ ہم نے بغض کینے چھوڑ دیئے ہیں۔ تمہیں اور رسالے کتابیں تصنیف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت صاحب کی کتابیں تھوڑی ہیں وہ پڑھو۔ قرآن پڑھو۔ بخاری ہے اُسے پڑھو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں باہم محبت عطا کرے اور آپس کے بغض اور کینہ دور ہو جاویں۔ (آمین)

ظہیر حضرت خلیفۃ المسیح رض کے دامن شفقت میں

ابتلاؤں کا سلسلہ ایک ایسا سلسلہ ہے کہ ربانی سلسلے اس سے ترقی پاتے ہیں اور مومن کی ترقی کا راز نہیں ابتلاؤں میں مخفی ہوتا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی نادان اور بے وقوف ہے جو مومن کے کسی ابتلا پر ہنسی کرتا اور اسے شماتت کا ذریعہ سمجھتا ہے اسے معلوم نہیں کہ وہ ابتلا اس کے اصطفا کا ذریعہ ہے۔ جیسے لوہا آگ میں پڑ کر فولاد اور سونا آگ میں پڑ کر کندن ہو جاتا ہے اسی طرح پر مومن کی شان ابتلا سے بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ ابتلا ان کے آنے والے انعامات کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

میری غرض اس وقت ابتلا کی حقیقت پر بحث کرنا نہیں بلکہ میں ایک خوشی اور نہایت خوشی کی خبر اپنے احباب کو سنانی چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ پچھلے دنوں ہمارے مکرم بھائی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک پُرجوش اور سرگرم مبلغ اور مصنف مولوی محمد ظہیر الدین صاحب اروپی کو ایک ابتلا آیا۔ ابتلا نہیں وہ ایک قربانی تھی جو انہیں اپنی ذات کے متعلق دینی پڑی

مولوی محمد ظہیر الدین صاحب نے نبی اللہ کا ظہور اور وید کا فتور اور ردچکڑالوی لکھ کر جو خدمت سلسلہ کی ہے وہ اس قابل نہیں کہ ہم اس کو بھول جاویں۔ وہ ان کتابوں کے مصنف اور ایک عمدہ سپیکر کی حیثیت سے جماعت میں ایک امتیاز رکھتے ہیں پچھلے دنوں حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک تقریر لاہور کا غلط اقتباس لاہور کے ایک اخبار میں شائع ہوا۔

اس اقتباس کو پیش کر کے برادرم ظہیر نے اصل واقعہ کو ظاہر کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح رض سے خط وکتابت کی۔ جوانی کا جوش کہو یا ایمانی غیرت ان خطوط میں بعض موقعہ پر بات حد ادب سے گذر گئی اور پیر و مرشد کے تعلقات جس ادب اور فروتنی کو چاہتے ہیں اس کی ضرورت محسوس ہوئی اس پر حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد سے بدر میں ان کے متعلق ایک اعلان دیا گیا۔ چونکہ برادرم ظہیر خدا تعالیٰ کے محض فضل سے سعادت اور رشد سے حصہ رکھتے تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہی توفیق سے اس ابتلا میں استقامت دکھائی اور رنج وراحت اور عسر ویسر میں قدم آگے بڑھانے کے عہد کو نبھایا اس سے پہلے کہ کوئی اعلان ہوتا انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح رض کے حضور اپنی معذرت کا خط لکھا اور اعلان کے بعد بھی بدستور انہوں نے خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھا حضرت خلیفۃ المسیح جو ایک شفیق اور پُرازرحم دل رکھتے ہیں اُن کی غرض اس اعلان سے اپنے ایک بچہ کی اصلاح تھی ورنہ نورالدین نہ کسی کے سلام کا بھوکا نہ کسی کے معذرت چاہنے کا خواہشمند۔

غرض اعلان ہوا ظہیر نے ادب اور عاجزی سے اپنے امام کے دامن کو مضبوط پکڑے رکھا اور عملی طور پر دکھایا کہ قوم کے افراد میں سے کسی کو اگر خدانخواستہ ایسا ابتلا آوے تو دامن امام ہی کو مضبوط پکڑے رہنا فلاح کا ذریعہ ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا اور ہونا ہی چاہیئے کہ آخر حضرت خلیفۃ المسیح کا وہی دامن شفقت ہے اور وہی ہمارا مکرم عزیز ظہیر

حضرت خلیفۃ المسیح رض کو اللہ تعالیٰ نے جہاں ایک پُرحوصلہ اور فراخ دل دیا ہے وہاں وہ اپنے قابل خدام کے قابل جوہروں کا قدردان بھی ہے یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح برادرم ظہیر کی قابلیت کے قدردان ہیں اور انہوں نے اُن کی بعض تصنیفات پر انعام دیکر ان کی حوصلہ افزائی کی اور ہمیشہ ان سے للہ فی اللہ و باللہ محبت رکھتے تھے لیکن خدا کے لئے وہ تمام محبتوں کو توڑ دینا آسان سمجھتے ہیں اور چونکہ ان کا وصل وفصل کسی شخص سے محض اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے اس لئے جب ان کا عزیز بحیالتائب من الذنب کمالا ذنب لہ کے نیچے ان کی طرف آتا ہے تو وہ پہلے سے زیادہ محبت کے ساتھ اُسے اپنے دامن شفقت میں لیتے ہیں خلاصہ یہ کہ ظہیر معاف ہوا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی قیمتی کڑی ثابت ہوا اللہ تعالیٰ اس پر بیش از بیش اپنا فضل کرے اور حضرت خلیفۃ المسیح رض کی دعائیں اس کے اور قوم کے حق میں بار آور ہوں۔ (آمین)

چونکہ یہ خط وکتابت ایک قیمتی چیز ہے جس سے جہاں ہمیں اپنی کمزوریوں کا علم ہوتا ہے وہاں ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح رض کی ان خداداد قوتوں اور صفات کا ثبوت ملتا ہے جو خدا تعالیٰ کے خلفا میں ہوتی ہیں اس لئے اصل خطوط ہم اگلی اشاعت میں انشاء اللہ چھاپ دیں گے تاکہ جہاں قوم اصل واقعات سے آگاہ ہو جائیگی۔ وہاں اسے اپنے امام پر ایمان بڑھانے کا موقعہ ملے۔ وللہ الحمد۔

بٹالہ کے جھٹکہ کے سوال کے ضمن میں ہندو مسلمانوں کے تعلقات

پر

ہندو اخبارات کی غلط بیانیوں کی مکمل داستان

(قابل توجہ گورنمنٹ پنجاب)

بٹالہ ضلع گورداسپور میں ایک مشہور قصبہ ہے جو اپنی تاریخی قدامت اور تجارت کے لحاظ سے ضلع بھر میں ممتاز ہے۔
یہاں کے ہندو مسلمانوں کے تعلقات ہمیشہ برادرانہ اور مخلصانہ رہے ہیں اور اگر کبھی بعض ناگوار اسباب رخنہ اندازی کے شورہ پشت لوگوں نے پیدا کرنے چاہے تو دونوں قوموں کے سمجھدار اور امن جو بزرگوں نے ان کو فوراً دبا دیا۔ مگر بدقسمتی سے پچھلے دنوں بٹالہ میں بھی ہندو مسلمانوں کے تعلقات کی بدمزگی کے جراثیم آپہونچے جس نے بعض دوسرے شہروں میں ان دونوں قوموں کو سخت نقصان پہونچایا ہے۔ قریب تھا کہ یہ صدیوں کے تعلقات یکدم ٹوٹ جاتے اور بٹالہ کے ہندو مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے۔ لیکن ضلع گورداسپور کے بیدار مغز۔ معاملہ فہم اور رعایا کے حقیقی بہی خواہ میجر نے۔ سی ایٹ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے موقعہ پر پہنچکر اپنی سیاسی قابلیت سے اس آفت سے دونوں قوموں کو بچالیا اور جو مشورہ آپ نے ہندو مسلمان لیڈروں کو دیا وہ شفقت اور ہمدردی پر مبنی ہے مگر وہ طبیعتیں جو نچلی نہیں رہ سکتیں اور جو ہمیشہ معاملات کو سنسنی خیز بنانے کے لئے بہانہ تلاش کرتی رہتی ہیں کیونکر خاموش رہ سکتی تھیں اور انہوں نے ایک معمولی امر کو مذہبی رنگ دیا اور پھر مذہبی رنگ دیکر ہندو مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کا اچھا خاصہ ذریعہ بنالیا اور ہندو اخبارات میں رنگ آمیزی کے ساتھ اس کو شائع کرنا شروع کر دیا۔

میں نہایت افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس واقعہ کو داستان ظلم بنا کر اخبارات میں بھیجا ہے وہ باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے اپنی قوم کے نادان دوست ہیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے خیال سے مست ہو کر اپنے نفع و نقصان پر بھی غور نہیں کرتے اور نہ اپنی اخلاقی ذمہ واری کو محسوس کرتے ہیں اگر وہ ان امور پر غور کرتے تو اخبارات کے ذریعہ اس بجھی ہوئی آگ کو پھر روشن کرنے کی کوشش نہ کرتے چونکہ ہمارے ان نادان دوستوں نے اخباری دنیا میں **غلط واقعات** کو پیش کر کے نہ صرف ہندو مسلمانوں کے تعلقات کو خراب کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ مقامی اور ذمہ دار حکام کو بھی بدنام کرنا چاہا ہے اس لئے ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اصل واقعات کو نہ صرف پبلک کے سامنے رکھیں بلکہ

صوبہ پنجاب کی ذمہ وار گورنمنٹ کو دکھائیں

کہ تصویر کا دوسرا رُخ کیسا ہے؟

جھگڑے کی ابتدا

ایک جھٹکے کی دوکان کے محل وقوع سے شروع ہوتی ہے۔ جو بیانات اس دوکان کے متعلق خبار پنجابی میں (اور ان کا ترجمہ اخبار پرکاش میں) شائع ہوئے ہیں۔ اگر ان کو غور کی نظر سے دیکھا جاوے تو حقیقت کھل جاتی ہے اگرچہ پنجابی کے نامہ نگار نے اصل واقعات کو بہت کچھ رنگ دیکر بیان کیا ہے تو بھی سچائی مخفی نہیں رہ سکی۔

بٹالہ کے جھٹکہ کی دوکان جو تیرہ سال سے جاری بتائی جاتی ہے صاحب کمشنر **حفظان صحت** نے شہر سے کچھ فاصلہ پر اسے منتقل کرنے کی سفارش کی اور میونسپل کمیٹی نے اس دوکان کے لئے ایک جگہ تجویز کر کے وہاں مکان تعمیر کرا دیا۔ یہ ایک امر واقعہ ہے جو پنجابی اور پرکاش نے بیان کیا ہے اب غور طلب امر ہے کہ کمشنر حفظان صحت اس دوکان کو اس کے پہلے محل وقوع پر مناسب نہیں سمجھتا اور بٹالہ کی میونسپل کمیٹی جس میں رائے بہادر لالہ ہنال چند جیسے سرگرم ہندو ممبر ہیں اس تجویز کو منظور کر کے ایک خاص موقعہ پر دوکان تعمیر کر دیتی ہے پھر اس جگہ سے دوکان کو کیوں منتقل کرنے کی کیا ضرورت تھی یہی ایک سوال اور قابل غور نکتہ ہے اور یہی

وہ جھگڑے کی جڑ ہے

جو لوگ اب شور مچاتے ہیں انہیں مناسب تھا کہ وہ میونسپل کمیٹی بٹالہ کے اس رزولیوشن کو جس کی بنا پر دوکان منتقل ہوئی۔ پبلک کے سامنے رکھ دیتے اور اس میں یہ بھی ذکر کر دیتے کہ اس اجلاس میں کسقدر ہندو اور مسلمان ممبران کمیٹی موجود تھے۔ یہ ہرگز وہم نہیں کیا جا سکتا۔ کہ کمیٹی نے حسب منشاء

حفظانِ صحت کی سپارش کے موافق اس تجویز کو منظور کرکے ایک دوکان بنوائی تو جھٹکہ کھانے والے ہندوؤں اور اس سے نفرت کرنے والے مسلمانوں کے جذبات کا یکساں خیال نہ کیا ہو عملی طور پر کمیٹی نے اس تجویز کو پسند کیا مگر بعد میں اس تبدیلی کے متعلق ایک درخواست دی گئی جیسا کہ پنجابی اور پرکاش ظاہر کرتے ہیں اور یہ صحیح ہے اس درخواست پر **کیا کارروائی** ہونی؟ یہ دوسرا نکتہ ہے جو

اس فساد کی کلید کہلا سکتا ہے

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے نہایت **دانشمندی** اور تدبر کی سے کام لیا اور **ہندوؤں** کے جذبات کی پوری قدر کی اور اس **درخواست** کو کیفیت ضروری کے لئے تحصیلدار صاحب بٹالہ کے پاس بھیجدیا جو بٹالہ میونسپل کمیٹی کے **پریسیڈنٹ** ہیں **بٹالہ** کی بدقسمتی سے یہاں پنڈت کرتا کشن صاحب تحصیلدار ہوچکے تھے اور یہ کوئی مخفی بات نہیں کہ ان کی پولیسی ہندو مسلمانوں کے متعلق اچھے نتائج پیدا کرنے والی ثابت نہیں ہوئی۔ خود ان کی پوزیشن ہی اس جھگڑے میں ایک خاص **مرکزی نکتہ** ہے جس سے ہٹنا نہیں چاہئے اور جسقدر بھی اس معاملہ میں بال کی کھال اتاری جائیگی تحصیلدار صاحب کی پوزیشن نازک ہوتی جائیگی تحصیلدار صاحب کا بہ حیثیت میر مجلس میونسپل کمیٹی یہ فرض تھا کہ وہ اس دوکان کو بدوں منظوری صاحب مجسٹریٹ ضلع منتقل کر دیتے۔ بجائیکہ ان کے پاس درخواست محض کیفیت کے لئے بھیجی گئی تھی۔ یہ اصل بھید ہے جس کو ہمارے معاصرین پنجابی۔ پرکاش اور دوسرے ہندو اخباروں نے چھپایا ہے۔ اور اس معاملہ کو چھیڑ کر ان نادان دوستوں نے **پنڈت کرتا کشن صاحب کو ایک نازک جوابدہی کے نیچے** رکھدیا ہے۔

یہ سوال کرنے کا اب ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ **پنڈت کرتا کشن** صاحب کو وہ اختیار کہاں سے حاصل ہوچکے تھے کہ وہ جھٹکہ کی دوکان کا محل وقوع خود تبدیل کر دیتے۔ کمشنر حفظانِ صحت کی سپارش پر تو وہ اپنے اختیار سے دوکان کو ہٹا نہیں سکتے تھے جبتک میونسپل کمیٹی کے اجلاس میں وہ تجویز منظور نہ ہولی اب کمیٹی کے فیصلہ کو انہیں منسوخ کرنے کا اختیار کس قانون سے مل گیا اس خودرائی اور بےاحتیاطی نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے تعلقات کو بٹالہ میں نازک کردیا۔ اور یہی جڑ ہے **اس فساد** کی اس لحاظ سے یہ کہنا ہرگز مبالغہ میں داخل نہیں کہ

تمام جھگڑے کی جڑ پنڈت کرتا کشن ہے

اگر پنڈت کرتا کشن صاحب اپنے **اختیارات** کی حدود سے باہر نہ جاتے یا ان کو ایسے اختیارات حاصل تھے (جن کا مجھے یقین نہیں) تو ان کا جائز استعمال کرتے تو یہ جھگڑا ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ دوکان کے مقام کی تبدیلی کی درخواست تھی وہ اس کے متعلق پوری کیفیت لکھکر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی خدمت میں بھیجدیتے جو مناسب حکم صاحب ممدوح صادر فرماتے وہ ہندو و مسلمان دونوں کے لئے باعث تسکین ہوتا۔ مگر انہوں نے اپنے آپ کو **مجسٹریٹ ضلع** کی حیثیت دیکر جو کام کیا ہے وہ انہیں

جوابدہی سے باہر نہیں رکھتا

اور کوئی امر ان کی بریت کے لئے پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اخبار الحکم ہندو و مسلمانوں کے سوال کو ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اسے یہ جائز فخر ہے کہ اس نے ہندو و مسلمانوں کے اتحاد پر ہمیشہ مضامین لکھے ہیں۔ اور کبھی ہندو و مسلمان عہدہ داروں کے سوال کو اس نے ناپسند کیا ہے سولہ سال کے اندر ایک بھی مضمون اس قسم کا پیش نہیں کیا جاسکتا۔ جس میں یہ بحث کی گئی ہو۔ خود پنڈت کرتا کشن صاحب کا خیر مقدم ہم نے نہایت مسرت اور خوش آئیند امیدوں کے ساتھ کیا تھا اور ہم اس بات کو پسند کرتے کہ اس ناگوار معاملہ کے سلسلہ میں پنڈت کرتا کشن صاحب کی پوزیشن کے متعلق ایک لفظ بھی نہ لکھتے لیکن یہ جو کچھ ہمیں لکھنا پڑا **پنڈت کرتا کشن صاحب کے نادان دوستوں کی مہربانی ہے** اگر وہ اخبارات میں اس سلسلہ کو نہ چھیڑتے تو اصل واقعات پبلک میں نہ آتے لیکن اب جبکہ وہ اپنے ہاتھ سے یہ آگ لگا چکے ہیں اب یہ مشکل ہوگی کہ پنڈت صاحب کے **دامن** کو ملوث ہونے سے بچائیں کوئی شخص جو کچھ بھی معاملہ فہمی کا مذاق رکھتا ہے اس معاملہ پر غور کریگا وہ اسی نکتہ پر پہنچیگا کہ پنڈت کرتا کشن صاحب اگر دوکان کا محل وقوع اپنے اختیارات سے نہ بدلتے تو کوئی تنازع نہ ہوتا اب ان کی بریت کے لئے پنجابی میں یہ کہنا

"ہندو تحصیلدار جو بٹالہ میونسپل کمیٹی کے میر مجلس تھے اور جن کا جھٹکہ مانس میں کوئی ہاتھ نہ تھا"

کہاں تک درست ہوسکتا ہے؟ اس سوال کا فیصلہ صرف اسی ایک امر سے ہوسکتا ہے کہ

کیا تحصیلدار صاحب نے بلا منظوری صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر جھٹکہ کی دوکان اس جگہ سے جہاں کمیٹی کی منظوری سے قائم ہوچکی تھی۔ اٹھوائی یا نہیں؟

اگر تحصیلدار صاحب نے اس دوکان کو اٹھوانے میں **غلطی** نہیں خطرناک **غلطی** بلکہ **خود مختاری** سے کام لیا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ اس سارے جھگڑے کی ذمہ داری اخلاقی اور قانونی طور پر انکے ذمہ ہو اس جھگڑے میں یہ تو تحصیلدار صاحب کی پوزیشن ہے۔ صاحب **ڈپٹی کمشنر** بہادر گورداسپور کی معاملہ فہمی اور بیدار مغزی ایک مسلمہ امر ہے انہوں نے جب معاملات کی یہ حالت دیکھی تو انتظامی رنگ میں تحصیلدار صاحب کے تبادلہ کو ضروری سمجھا۔ امور سلطنت میں ہمارا دخل دینا حماقت ہے اگر بٹالہ کے ہندو صاحبان تحصیلدار صاحب کی موجودگی سے کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے تو انہیں اس تبادلہ پر اعتراض یا شکایت کی کیا حاجت ہے؟

اب ضروری ہوا کہ اس کے مقابلہ میں ہم مسلمانوں کی پوزیشن اور مسلمان سب ڈویژنل آفیسر سردار محمد ظفر خان صاحب بالقابہ کی پوزیشن کو واضح کردیں **مسلمانوں** نے جب یہ خلاف قانون کارروائی دیکھی کہ تحصیلدار صاحب نے باوجود ایسا اختیار نہ رکھنے کے خود بخود جھٹکے کی دوکان کا محل وقوع تبدیل کردیا۔ تو ان کا حق تھا کہ وہ اپنے مذہبی احساس کی بنا پر اس کے خلاف ایسی صدائی کرتے جو قانون کے حدود کے اندر ہو اور امن عامہ کو قائم رکھنے والی ہو۔ کوئی عقلمند ہمیں بتائے کہ اگر انہوں نے اس کے خلاف درخواست دی تو کیا برا کیا؟

انہوں نے سب ڈویژنل آفیسر کو اپنی درخواست دیدی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تحصیلدار صاحب نے جب باوجود تبدیلی دوکان کا اختیار نہ رکھنے کے دوکان تبدیل کردی ہے تو وہ ان کی جائز شکایت کی کب پرواہ کرینگے ممکن ہے ان کا یہ خیال غلط ہوتا مگر وہ تحصیلدار صاحب کے اس فعل سے ایسا نتیجہ نکالنے پر مجبور تھے وہ اگر اس وقت براہ راست صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس جاتے تو برسر حق تھے یا دوسرے افسران بالادست مثلاً کمشنر صاحب یا گورنمنٹ پنجاب کو اس **ناجائز کارروائی** کی اطلاع دیتے تو ان کا حق تھا مگر انہوں نے نہایت **امن** سے۔ اور سلامت روی سے اپنے جذبات کا اظہار کیا کہ ایک درخواست سب ڈویژنل آفیسر کو دیدی جنہوں نے تحصیلدار صاحب کی طرح کوئی غلط کارروائی کرنے کی بجائے اس درخواست کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس بھیجدیا

اخبار پنجابی کے قابل نامہ نگار سب ڈویژنل افیسر کے اس فعل کو بھی قابل اعتراض سمجھتے ہیں کہ

انھوں نے میونسپل کمیٹی کے پریسیڈنٹ ہندو تحصیلدار سے مشورہ نہیں کیا۔

مگر نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ پنجابی اور پرکاش کا قانون دان نامہ نگار اتنا نہیں جانتا کہ کیا سردار محمد ظفر خان صاحب تحصیلدار صاحب کے ماتحت تھے؟ یا ان کے ہی حکم کے خلاف ایک پروٹسٹ کا مشورہ ان سے کیا جانا ضروری تھا۔ سردار محمد ظفر خاں صاحب کا یہ قصور ہو سکتا تھا اگر وہ تحصیلدار صاحب کی طرح ناجائز اختیارات استعمال کر کے دوکان کو اٹھوا دیتے وہ اس کے متعلق خود کچھ بھی نہ کر سکتے تھے اس لئے انھوں نے درخواست کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی خدمت میں بھیجدیا۔ اور یہی اس معاملہ میں درست پہلو تھا جس سے سردار محمد ظفر خانصاحب اور تحصیلدار صاحب کی

معاملہ فہمی پر روشنی پڑتی ہے

اس کارروائی کا نتیجہ کیا ہوا؟ مسلمانوں میں ایک سکون در تسلی ہوگئی اور وہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے فیصلہ کے منتظر ہوگئے ان میں کسی قسم کا بیجا جوش نہ تھا اور

وہ قانون کے آگے سر جھکا چکے تھے

چنانچہ پنجابی اور پرکاش اعتراض کرتے ہیں کہ:-

"جون کا سارا مہینہ گذر گیا اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کشیدگی کی کوئی علامات پیدا نہوئیں کیونکہ دونوں قوموں کے لوگ اس پارٹی میں خوشی خوشی شریک ہوئے جو ادرنا لچھنے رائے صاحب کے خطاب ملنے کی خوشی میں دی تھی"

یہ اقتباس مسلمانوں کے **امن پسند پولیسی** کے لئے ہمارے ہندو دوستوں کی تصدیق ہے۔ اس سے بڑھکر ہم مسلمانوں کی صفائی اور بریت کے لئے اور کیا کہہ سکتے ہیں اور خانصاحب کی **پوزیشن** کو اس سے بہتر الفاظ میں کیا واضح کر سکتے ہیں۔ ہم اور تمام سمجھدار ہندو مسلمان دنیا **خانصاحب** کے قصور کو تسلیم کریگی اگر یہ ثابت کر دیا جاوے کہ **کسی ایسی درخواست**

کو جو تحصیلدار صاحب کے ناجائز حکم کے خلاف انکے پاس دی گئی ہو قانوناً بغیر تحصیلدار صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس بھیجنا چاہیئے تھا۔

ان کے ذمہ جو الزام اس معاملہ کے سلسلہ میں لگایا گیا تھا وہ یہی ہے ہم نے پنجابی اور پرکاش کو خوب غور سے پڑھا ہے مگر اس کے سوا کوئی اور قصور خانصاحب کا نظر نہیں آتا کہ ہاں ایک اور بھی ہے اور وہ انکی قدرت سے باہر ہے کہ

وہ مسلمان ہیں

یہ ہے مسلمانان بٹالہ اور خانصاحب محمد ظفر خانصاحب کی پوزیشن جھٹکہ کے معاملہ میں۔ چونکہ یہ معاملہ زیر تجویز اور زیر غور تھا اسی سلسلہ میں انجمن اسلامیہ بٹالہ کے سکرٹری نے اس معاملہ کے متعلق صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کو تار دیا تو کیا برا کیا؟ جو حق قانوناً انھیں حاصل تھا۔ اس کے استعمال کرنے سے ہمارے دوست کیوں ناراض ہوتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس میں ناراضی کی کیا بات ہے کیا پنجابی اور پرکاش کا نامہ نگار یہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی **جذبات** کی توہین کیجائے اور انہیں **ادب** اور **عاجزی** سے قانون کے اندر رہکر اس کی چارہ جوئی کی بھی اجازت نہو؟ ہم تمام ذمہ دار آفیسروں سے بادب درخواست کرتے ہیں کہ وہ **پنجابی** اور **پرکاش** کے شائع شدہ مضمون کو غور سے پڑھیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں نکلتا ہے؟ غرض مسلمانوں نے درخواست کی اور کپتان صاحب پولیس گورداسپور اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور نے موقعہ کا معائنہ کر کے اس دوکان کو تبدیل کر دینے کا حکم دیدیا اور جھٹکہ کا معاملہ ختم ہوا۔ اس ساری داستان سے جو خود ہمارے معاصرین **پنجابی** اور **پرکاش** نے پیش کی ہے بجز اس کے اور کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ

اس فساد کی ابتدا اس غلط کارروائی سے ہوئی جو دانستہ یا نادانستہ پنڈت

کرتا کشن صاحب تحصیلدار بٹالہ نے کی اور مسلمانوں نے اس معاملہ میں نہایت شرافت اور فرمانبردار رعایا کی حیثیت سے کام کیا اس لئے اگر کوئی وجود جوابدہ ہے تو **پنڈت کرتا کشن صاحب**۔

اس کے بعد اس سوال کا ایک ضمیمہ شروع ہوتا ہے جس نے اس معاملہ کو نہایت سنجیدہ اور اہم بنا دیا اور وہ **ہڈیوں کی داستان ہے**۔

پنجابی اور پرکاش کے الفاظ میں وہ یوں ہے:-

"۵ جولائی کی رات کو ایک گدھے پر گائے کی ہڈیاں لاکر شہر میں لائی گئیں اور ہندوؤں کے کنوؤں کے پاس پھینکی گئیں۔ یہ رات کے قریباً دس بجے کا وقت تھا اس وقت شہر کی بعض بڑی بڑی سڑکوں پر بہت سے مسلمان گشت لگاتے ہوئے دیکھے گئے اس واقعہ سے ہندوؤں پر بڑا خوف طاری ہوا ان میں سے بعض رات ہی کو گورداسپور چلے گئے تاکہ صاحب ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کر کے اصلی واقعات ان پر ظاہر کریں گورداسپور سے ان ہندوؤں نے رات کے ۱۰ بجے ۶ جولائی کو کمشنر صاحب لاہور لاٹ صاحب پنجاب اور حضور وائسرائے ہند کے نام تاریں روانہ کیں جنکا مضمون اوپر درج ہے"

ہڈیوں کی داستان کے متعلق جو تار دئے گئے ان کا یہ مضمون ہے۔

بٹالہ میں دوکان جھٹکہ تیرہ سال سے ہے اس کے اس کے ایسے مقام سے منتقل کرنے کے متعلق متعلق جہاں آبادی بالکل ہندوؤں کی ہے بہت مبالغہ کیا گیا ہے۔

ہندوؤں کی جان و مال سخت خطرہ میں ہے۔ ہندوؤں کے کنوؤں میں گائے کی ہڈیاں پھینکی گئی ہیں مسلمان سڑکوں میں گشت لگا رہے